بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

مئی 2011ء جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 5

مجلس ادارت
مدیر : مقصود الحق
معاون مدیر : مبارک احمد صدیقی و سید نصیر احمد

Ph. No. +44 (0) 20 87809026
E-mail : editoralmanar@hotmail.com

ارشاد باری تعالیٰ

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۵۶﴾

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو، جو اس نے ان کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنۡ نُعۡمَانِ بۡنِ بَشِیۡرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ عَنۡ حُذَیۡفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ تَکُوۡنُ النُّبُوَّۃُ فِیۡکُمۡ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنۡھَاجِ النُّبُوَّۃِ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ مُلۡکًا عَاضًّا فَیَکُوۡنُ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنۡ یَّکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ یَکُوۡنُ مُلۡکًا جَبۡرِیَّۃً فَیَکُوۡنُ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنۡ یَّکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنۡھَاجِ النُّبُوَّۃِ ثُمَّ سَکَتَ۔

(مسند احمد بن حنبل۔ جلد چہارم صفحہ 273)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہوگی۔ جب یہ دَور ختم ہو جائے گا تو پھر اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دَور کو ختم کر دے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ یہ کہہ کر آپؐ خاموش ہو گئے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا۔ جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے، پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کی رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے۔

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن، جلد 20 صفحہ 304-306)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

”یہ دور جس میں خلافت خامسہ کے ساتھ خلافت کی نئی صدی میں ہم داخل ہو رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت کی ترقی اور فتوحات کا دور ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی تائید کے ایسے باب کھلے ہیں اور کھل رہے ہیں کہ ہر آنے والا دن جماعت کی فتوحات کے دن قریب دکھا رہا ہے۔“ (الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی 2008ء)

علمی نکات

کیا خدا فرشتوں کا محتاج ہے؟

"ملائکہ کی ضرورت اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے مگر ان کا وجود انسانوں کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح خدا تعالیٰ بغیر کھانے کے انسان کا پیٹ بھر سکتا ہے لیکن اس نے کھانا بنایا۔ بغیر سانس کے زندہ رکھ سکتا ہے مگر اس نے ہوا بنائی۔ بغیر پانی کے سیر کر سکتا تھا مگر اس نے پانی بنایا۔ بغیر روشنی کے دکھا سکتا تھا مگر اس نے روشنی بنائی۔ بغیر ہوا کے سنا سکتا تھا مگر آواز کو پہنچانے کے لئے اس نے ہوا بنائی۔ اور اس کے اس کام پر کوئی اعتراض نہیں۔ اسی طرح اس نے اگر اپنا کلام پہنچانے کے لئے ملائکہ کا وجود بنایا تو حاجت اور ضرورت کا سوال کیوں پیدا ہو گیا؟ باقی ذرائع کے پیدا کرنے سے اگر خدا تعالیٰ کی احتیاج نہیں بلکہ بندہ کی احتیاج ثابت ہوتی ہے تو ملائکہ کے پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کی احتیاج کیونکر ثابت ہوئی؟ ان کی پیدائش بھی مخلوق کی ضرورت کے لئے ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کی احتیاج کی وجہ سے۔" (انوار العلوم جلد 10 صفحہ 162)

لیکن ہمیں ان کی بڑی پرواہ ہے......

کالج کے پرنسپل ہونے کے دوران صرف احمدی ہی نہیں بلکہ غیر احمدی طلباء بھی پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی بہت عزت کرتے تھے۔ مکرم چوہدری محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں:-

48-47ء کی بات ہے والٹن لاہور میں یونیورسٹی آفیسرز ٹریننگ کور کا پاکستان بننے کے بعد پہلا کیمپ تھا۔ دو بٹالین تھیں یعنی آٹھ کمپنیاں۔ تمام پنجاب کے کالجوں سے اساتذہ اور طلباء شامل تھے...... اساتذہ اور طلباء کو فوجی رینک ملے ہوئے تھے...... ایک افسر ان کو بسا اوقات فحش گالیاں انگریزی زبان میں دیا کرتا تھا۔ اگر ارادتاً نہیں تو عادتاً ضرور ایسا کرتا تھا...... کمانڈر انچیف جو ان دنوں ایک انگریز افسر تھے آنے والے تھے...... نہ جانے کیسی گالی اس افسر نے دی کہ طلباء بے قابو ہو گئے اور فیصلہ کر لیا کہ سٹرائیک کریں گے اور کمانڈر انچیف کی آمد اور تقسیم انعامات کے موقع پر اپنے اپنے خیموں میں بیٹھے رہیں گے نہ صفائی کریں گے نہ وردیاں پہنیں گے۔......

ان دنوں مکرم چوہدری محمد علی صاحب اسی پلٹن کے کمانڈر تھے۔ انہوں نے اس صورت حال کی اطلاع حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو بھجوائی لیکن پیغام رساں باہر جاتے ہوئے گرفتار ہو گیا اور حضور کو اس صورتِ حال کا علم نہ ہو سکا۔ جب رات ہو گئی اور حضور سے جواب نہ مل سکا تو انہوں نے دوسرے کالجوں کے اساتذہ سے رابطہ کیا اور دوسرے لوگوں کو بتایا کہ ہم سٹرائیک میں شامل نہیں ہوں گے کیونکہ ہم اسے جائز نہیں سمجھتے اور ان کی خدمت میں یہ اپیل بھی کی کہ پاکستان کا پہلا کیمپ ہے انگریز کمانڈر انچیف کیا کہیں گے۔ چنانچہ پاکستان کی غیرت دکھاتے ہوئے باقی تمام رات طلباء صفائیاں وغیرہ کرتے رہے اور اگلے دن تقریب کی کارروائی میں شریک ہوئے لیکن جب کمانڈر انچیف کے استقبال کے لئے لوگ جمع تھے تو اس افسر نے پھر گالی دے دی۔ اتنے میں حضور بھی وہاں تشریف لے آئے۔ ان کو بھی ساری بات بتائی گئی اس پر حضور نے اس افسر سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ چوہدری محمد علی صاحب کہتے ہیں "اس پر وہ افسر بولے کہ مجھے ان...... کی کیا پرواہ ہے؟......" پہلے تو حضور بھی خاموش رہے اس انتظار میں کہ کوئی مناسب آدمی اسے ٹوکے گا۔ جب تیسری مرتبہ بھی انہوں نے یہ فقرہ دہرایا تو حضورؒ نے بڑے جلال سے بلند آواز سے فرمایا کہ آپ کو پرواہ نہیں لیکن ہمیں ان کی بڑی پرواہ ہے۔ یہ قوم کے بچے ہیں ہم ان کو اس قسم کے اخلاق سیکھنے کے لئے یہاں نہیں بھیجتے۔ اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ابھی اپنی تعلیم الاسلام کالج کی پلٹن سے کہو کہ واپس چلیں اور آئندہ سے یونیورسٹی آفیسرز ٹریننگ کور سے اپنا الحاق ختم کر دیا جائے۔ حضور یہ فرما کر واپس کار کی طرف جانے لگے تو...... کچھ لوگوں نے حضور کا راستہ روک لیا اور کچھ افسروں نے اس افسر کو ڈانٹا اور اس نے بڑی لجاجت سے حضور سے معافی مانگی...... میرے ایک غیر از جماعت دوست نے...... فرطِ جذبات میں خوشی سے بے قرار ہو کر میرا ہاتھ دبایا...... ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہے جا رہے تھے کہ میاں صاحب کو ایسے لوگوں کی کیا پرواہ ہے۔ میاں صاحب کو ایسے لوگوں کی کیا پرواہ ہے۔ میاں صاحب کو ایسے لوگوں کی کیا پرواہ ہے۔ محکمہ تعلیم کے ایک بہت بڑے افسر نے دوسرے مہمانوں سے کہا کہ میاں صاحب نے سب کی عزت رکھ لی۔" (خالد ص:68,69)

"اس واقعہ کا عجیب تر حصہ یہ ہے کہ کیمپ کے خاتمے پر جب بھی کوئی ٹرک روانہ ہوتا تو اس میں بیٹھنے والے "مرزا ناصر احمد زندہ باد" اور "پرنسپل ٹی آئی کالج زندہ باد" کے نعرے ضرور لگاتے۔" (مصباح جون جولائی 2008ء)

المنار نیوز لائن

(۱) تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالب علم مکرم لطف الرحمٰن شاکر صاحب (ابن مکرم مولانا عبدالرحمٰن انور صاحب مرحوم۔ سابق پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ و حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) 27 اپریل کو جرمنی میں وفات پا گئے۔

آپ کو بطور واقف زندگی ایک لمبا عرصہ فضل عمر ہسپتال میں خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ حضور انور نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں مرحوم کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جنازہ (غائب) پڑھائی۔

(۲) تعلیم الاسلام کالج کے زوولوجی کے استاد مکرم پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب کی اہلیہ محترمہ راشدہ تسنیم خان صاحبہ چند روز قبل فلاڈلفیا امریکہ میں وفات پا گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

تعلیم الاسلام کالج کے تین خوش نصیب شہید طالب علم

(پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان۔ امریکہ)

تعلیم الاسلام کالج اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ عظیم مادرِ علمی ہے جس کے فارغ التحصیل طلباء نے ہر شعبہء زندگی میں ملک وملت کی ہر ممکن خدمت سرانجام دینے کے علاوہ کٹھن سے کٹھن حالات اور سخت سے سخت امتحانوں میں سرخرو ہونے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ آج کی محفل میں تعلیم الاسلام کالج کے تین ہونہار طلباء کا ذکر کرنا مقصود ہے، جنہوں نے طالب علمی کے دوران اپنی جان کا نذرانہ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا اور رہتی دنیا تک امر ہو گئے۔

محمد منیر خان شامی شہید (1932ء تا 1947ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ نے 11 جون 1999 کے خطبۂ جمعہ میں محمد منیر خان شامی شہید کا تذکرہ درج ذیل پر از شفقت الفاظ میں فرمایا:

''مکرم محمد منیر صاحب شامی مکرم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابوحنیفی کے ہاں تنزانیہ میں 1932ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ 1947ء کے دوران آپ تعلیم الاسلام کالج قادیان میں بی ایس سی کے طالب علم تھے۔ آپ واقفِ زندگی تھے اور عربوں سے اپنی ہمدردی کی وجہ سے آپ کو لوگوں نے شامی مشہور کر دیا حالانکہ ملکِ شام سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن عربوں سے محبت ضرور تھی۔

اوصافِ حمیدہ: آپ خاموش طبع محنتی طالب علم تھے۔ انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ جماعت سے انتہائی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ امامِ وقت کے ہر حکم پر لبیک کہنے والے تھے۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ مکرم ماسٹر چوہدری فضل داد صاحب مرحوم لائبریرین بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کالج لائبریری کی تمام کتب پڑھ لی تھیں۔

واقعہ قربانی: آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق اپنے گھر دارالرحمت قادیان بر مکان پروفیسر مولانا ناخان ارجمند خان صاحب مرحوم محلہ کی حفاظت کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ گھر میں دونالی بندوق تھی۔ اِدھر اُدھر سے سکھوں کے ہونے والے حملوں کے دوران خوب مقابلہ کرتے رہے۔ ایک رات سکھوں نے ان کے گھر کی دیوار پھاند کر اندھیرے میں آپ پر حملہ کیا اور آپ کو قربان کر دیا۔ جب خدام کو حکم ہوا کہ وہ ہوسٹل میں جمع ہو جائیں تو آپ کو نہ پاکر بہت پریشان ہوئے جب پتہ کیا گیا تو آپ کو گھر کے صحن میں چت پڑا پایا گیا۔ آپ کی انتڑیاں باہر نکل چکی تھیں اور آپ اللہ کی راہ میں قربان ہو چکے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے والد صاحب جو اِن دنوں تنزانیہ میں تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مخلص انسان تھے۔ دراصل ان سے اخلاص ورثہ میں پایا تھا۔ ان کی ڈائری کے اندراج بتاریخ 3 ستمبر 1947 میں یہ پُرخلوص عبارت درج ہے ''آج قادیان میں عزیز محمد منیر خان شامی نے شہادت کی سعادت پائی۔ الحمدللہ رب العالمین''۔

پسماندگان: - آپ غیر شادی شدہ تھے، آپ کے تین بھائی اور ایک بہن زندہ ہیں۔ سب سے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب آج کل ٹورانٹو میں رہتے ہیں۔ ان کے دو چھوٹے بھائی بھی تھے۔ محمد معین خان صاحب لاہور (حال مقیم میامی، امریکہ۔ ناقل) میں اور پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب ربوہ (حال مقیم فلاڈلفیا، امریکہ۔ ناقل) میں مقیم ہیں۔ جب کہ ان کی بہن خدیجہ بیگم صاحبہ مانٹریال میں آباد ہیں۔'' (الفضل ربوہ۔ 7 ستمبر 1999)

محمد منیر خان صاحب شہید خاکسار راقم کے بڑے بھائی تھے۔ والد صاحب ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب مرحوم اپنی زندگی کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ ''ڈوڈوما۔ تنزانیہ کے ہسپتال میں ایک دن اِدھر اُدھر جاتے ہوئے میرا پاؤں پھسل گیا تو دوسرے ڈاکٹروں نے جو سب انگریز تھے مزاحاً یہ فقرہ بازی کی کہ'' لگتا ہے کہ ڈاکٹر خان کے بچے رات کے وقت خان کو سونے نہیں دیتے۔ اس لئے دن کے وقت پھسل پھسل پڑ رہا ہے۔ بھلا ہمیں بتا ؤ تو سہی کہ اتنے بچوں کا کیا کرو گے؟ میں نے انہیں جواب دیا:

"God willing I will make of them a doctor، an engineer, a clergy man and a teacher"

(انشاء اللہ، میں ان میں سے ایک کو ڈاکٹر، ایک کو انجینیئر، ایک کو مذہبی عالم اور ایک کو استاد بناؤں گا)۔ پھر اللہ تعالیٰ کا شکر آدا کرتے ہوئے کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے میری خواہش کو بہتر رنگ میں پورا کیا اور مجھے ان بچوں میں سے ایک شہید بھی عطا کر دیا۔ فالحمدُ للہِ علی ذالك''

محترم میاں جمال احمد صاحب شہید، لاہور

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ نے خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل 3 اگست 1999ء میں میاں جمال احمد کا واقعہ شہادت ازراہِ شفقت اس طرح بیان فرمایا۔

''میاں جمال احمد صاحب شہید کی شہادت کا واقعہ بہت ہی دردناک ہے اور ان کی بہادری پر بھی دلالت کرتا ہے۔ بہت نڈر انسان تھے۔ محترم جمال احمد صاحب ولد مستری نذر محمد صاحب حلقہ بھاٹی گیٹ لاہور کو 6 مارچ 1953 کو شہید کیا گیا۔ شہادت کے وقت آپ تعلیم الاسلام کالج لاہور کے ایف ایس سی کے طالب علم تھے جب بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تشریف لے جاتے تو شہید مرحوم ساری ساری رات ڈیوٹی دیتے۔ 5 مارچ 1953 کو آپ ساری رات گھر کی چھت پر پہرہ دیتے رہے۔

6 مارچ کو جمعہ کے روز آپ اپنی والدہ اور بہن بھائیوں کو ملنے سائیکل پر جا رہے تھے۔ گھر کے کچھ فاصلے پر محلہ دار جو آپ کو جانتے تھے جلوس کی شکل میں کھڑے تھے۔ آپ پاس سے گزرے تو انہوں نے پتھر برسانے شروع کر دئے۔ آپ سائیکل سے اتر کر کھڑے ہو گئے۔ ہجوم گالیاں دیتا ہوا یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا ''یہ مرزائی ہے اسے جان سے مار دو''۔ ایک شخص جو آپ کو ذاتی طور پر جانتا تھا وہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا ''جمال تم کہہ دو کہ تم احمدی نہیں ہو تو میں تمہیں بچا لوں گا۔ اگر تم ویسے نہیں کہنا چاہتے تو میرے کان میں ہی کہہ دو تو پھر بھی میں اس ہجوم کو سنبھال لوں گا۔ کیوں کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ آپ کہنے لگے کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں اور اپنی

جان بچانے کے لیئے جھوٹ نہیں بولوں گا۔تم نے جو کچھ کرنا ہے کرلو‘‘۔ چنانچہ آپ کو نیچے گرا کر چاقوؤں سے شہید کردیا۔ انا للہ وا نا الیہِ راجعون۔شہادت کے وقت آپ کی عمر صرف 17 سال تھی‘‘۔

مبشر احمد صاحب چندھڑ شہید۔ گکھڑمنڈی

گکھڑمنڈی ضلع گوجرانوالہ کے چوہدری امانت علی صاحب کے ہونہار بیٹے مبشر احمد تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ایف ایس سی کے طالب علم تھے۔عزیزم خوبصورت، صحت مند،ہنس مکھ اور نوخیز جوان تھا۔ میں ذاتی طور پر عزیزم کو بچپن سے جانتا ہوں۔عزیزم کا ہنستا ہوا چہرہ اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔اس کی طبیعت میں ایک طرح کا ہلکا پھلکا مزاح تھا۔بزرگوں کے ساتھ ہمیشہ مودب رہتا۔مجلس اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا۔کسی وجہ سے ان کی شہادت کا واقعہ شہدا کے واقعات میں ریکارڈ میں نہیں آسکا۔

مبشر احمد اپنی لیاقت اور خوش خُلقی کے باعث کالج میں ہر دلعزیز تھا۔عزیزم مبشر احمد موسمِ گرما کی چھٹیاں گزارنے گھر آیا ہوا تھا۔ایک دن بازار میں گزر رہا تھا کہ ایک اوباش قصائی عزیزم کے پیچھے چھری لے کر دوڑ پڑا اور مبشر احمد یت پر جان نثار کرنے کا اعزاز حاصل کرگیا۔ انا للہ وا نا الیہِ راجعون۔

ان دنوں حضرت میاں ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ، کراچی تشریف لے گئے ہوئے تھے جب انہیں مبشر احمد کی شہادت کی اطلاع ملی تو اس کا احوال مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب سابق پرنسپل تعلیم الاسلام کالج تاریخِ احمدیت جلد 10 صفحہ 341 پر یوں بیان کرتے ہیں:

’’جب مرحوم مبشر احمد گکھڑ جو بے حد ذہین طالب علم تھا قتل ہوا۔اور آپ (پرنسپل صاحب) کی خدمت میں شام کو کراچی میں ضمناً ایک لڑکے مبشر احمد کی اطلاع کی گئی تو رات گئے غالباً بارہ ایک بجے کا عمل ہوگا کہ آپ کا فون آیا کہ تفصیل بتائی جائے۔آپ نے فرمایا ’’ مجھے نیند نہیں آرہی اور بے حد بے چینی ہے۔کیا یہ مبشر احمد وہ تو نہیں جو ہر وقت مسکراتا رہتا تھا؟‘‘ افسوس کہ یہ وہی مبشر احمد تھا جس کی وفات پر آپ اس طرح بے چین ہو گئے اور کراچی سے فون کیا۔اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی جب عزیزم مبشر احمد کی یاد آتی ہے تو طبیعت پر ایک خاص قسم کی افسردگی چھا جاتی ہے۔اور بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز شہید کو اپنی رضا کی چادر میں لپیٹ لے۔آمین۔

یہ سب شہداء اپنے مالک کی رضا کو پاگئے۔اللہ تعالیٰ تمام شہداء احمدیت کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔ان جیسے جان نثار فرزانوں کے بارے میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

اگر چہ دنیا محبت الٰہی سے سرشار ہو کر جان قربان کرنے والوں کی روایات کو بھول چکی ہے مگر ہم نے قرونِ اولیٰ کی ان روایات کو از سرِ نو تازہ کردیا ہے۔حق وصداقت کے عاشق جہاں اپنی جانیں نثار کرتے رہے ہیں اُسی قربان گاہ تک رسائی ہماری زندگی کا نصب العین ہے۔

تعارف

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ماہنامہ المنار، انٹرنیٹ گزٹ

تاریخ احمدیت میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا باب آغاز سے لے کر قومیائے جانے تک اپنے اندر بہت اہمیت رکھتا ہے۔یہ درسگاہ اعلیٰ روایات، عمدہ معیار تعلیم، بہترین اخلاقی اقدار اور قابل اساتذہ کرام کی وجہ سے پاکستان بھر میں احترام کے ساتھ جانی جاتی ہے۔تاریخ کے اس اہم باب اور حسین یادوں کو تازہ کرنے کے لئے مختلف ممالک میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشنز قائم ہو رہی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کو رسالہ المنار کے احیاء کی توفیق ملی ہے۔یہ رسالہ کسی زمانے میں تعلیم الاسلام کالج کے طلباء کا ترجمان ہوا کرتا تھا۔اس کی اہمیت وافادیت پر مبنی یادیں آج بھی تاریخ میں اور طلباء کے دلوں میں موجزن ہیں اور اب اس رسالے کی یادوں کو دوبارہ تازہ ہونے کا سامان ہوا ہے اور انٹرنیٹ گزٹ کی صورت میں اس کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا ہے۔جو اس ایسوسی ایشن کے ممبران کو بذریعہ ای میل بھجوایا گیا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پہلے شمارے کے لئے اپنے پیغام میں فرمایا ہے:’’تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی طرف سے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے رسالہ ’’المنار‘‘ کے نام پر انٹرنیٹ گزٹ جاری کرنے کی خبر میرے لئے بڑی خوشی کا موجب بنی ہے۔اللہ تعالیٰ المنار کا از سرِ نو اجراء ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور اس کے نیک نتائج ظاہر فرمائے‘‘۔

ایسوسی ایشن کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضور انور نے اس کا ممبر بن کر برکت بخشی ہے۔المنار کے اس انٹرنیٹ گزٹ کے آغاز میں ارشاد باری تعالیٰ، حدیث نبویؐ اور ارشادات حضرت مسیح موعود اور خلفاء سلسلہ درج کئے گئے ہیں۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام، اداریہ اور پھر صدر ایسوسی ایشن جناب عطاء المجیب راشد کا پیغام اور قطعہ رونق میں اضافہ کررہے ہیں۔پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی کا المنار نومبر 1954ء میں شائع ہونے والا تعلیم الاسلام کالج کے بارے میں مضمون ماضی کی یادوں کو کریدرہا ہے اور آخر پر ایگزیکٹو کمیٹی اور 112 ممبران کی فہرست شامل ہے۔4 سال پہلے قائم ہونے والی ایسوسی ایشن کی یہ قابل قدر مساعی ہے۔اللہ تعالیٰ مزید برکتیں عطا فرمائے۔آمین

(ایف شمسؔ) (الفضل ربوہ 15 مارچ 2011ء)

مزاح پارے

اُستاد مرحوم

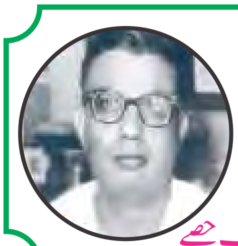

ابن انشاء کی مزاحیہ تحریر میں سے چند منتخب حصے

فارسی اُستاد مرحوم کی ایک طرح سے گھر کی زبان تھی۔ عربی کے بھی فاضل تھے، اگرچہ باقاعدہ نہ پڑھی تھی۔ ماشاءاللہ، استغفراللہ، نعوذ باللہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ جیسے کئی اور عربی کے جملے بے تکان بولتے تھے۔ خیر خراسان بھی کہیں عرب ہی کی طرف کو ہے۔ لہٰذا عربی پر ان کا عبور جائے تعجب نہیں۔ ہاں انگریزی کی لیاقت جو انہوں نے ازخود پیدا کی تھی، اس پر راقم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ ایک بار ایک دیہاتی منہ اٹھائے ان کی کلاس میں گھس آیا، حضرت نے فوراً انگریزی میں حکم دیا ”گٹ آؤٹ“ اسے تعمیل کرتے ہی بنی۔ علاقے کا مال افسر انگریز تھا۔ ایک روز اسکول میں نکل آیا اور آدھ گھنٹہ گفتگو کرتا رہا۔ استاد مرحوم برابر سمجھتے گئے اور سر ہلاتے گئے۔ بیچ بیچ میں موقع بہ موقع یس یس پلیز پلیز بھی کہتے جاتے تھے۔

☆ انگریزی تحریر پر ان کی قدرت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ دستخط انگریزی ہی میں کرتے تھے۔ استاد مرحوم نے اہلِ زبان ہونے کی وجہ سے طبیعت بھی موزوں پائی تھی اور ہر طرح کا شعر کہنے پر قادر تھے۔ اردو اور فارسی میں ان کے کلام کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جو غیر مطبوعہ ہونے کی وجہ سے اگلی نسلوں کے کام آئے گا۔

☆ استاد مرحوم کو عموماً مشاعروں میں نہیں بلایا جاتا تھا کیوں کہ سب پر چھا جاتے تھے اور اچھے اچھے شاعروں کو خفیف ہونا پڑتا۔ خود بھی نہ جاتے تھے کہ مجھ فقیر کو ان ہنگاموں سے کیا مطلب۔ البتہ جوبلی کا مشاعرہ ہوا تو ہمارے اصرار پر اس میں شریک ہوئے اور ہر چند کہ مدعو نہ تھے منتظمین نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ دیوانہ کسمنڈوی، خیال گڑگانوی اور حسرت بانس بریلوی جیسے اساتذہ اسٹیج پر موجود تھے۔ اس کے باوجود استاد مرحوم کو سب سے پہلے پڑھنے کی دعوت دی گئی۔ وہ منظر اب تک راقم کی آنکھوں میں ہے کہ استاد نہایت تمکنت سے ہولے ہولے قدم اٹھاتے مائیک پر پہنچے اور ترنم سے اپنی مشہور غزل پڑھنی شروع کی ؎

ہے رشتۂ غم اور دلِ مجبور کی گردن ۔۔۔ ہے اپنے لئے اب یہ بڑی ڈور کی گردن

ہال میں سناٹا چھا گیا۔ لوگوں نے سانس روک لئے۔ استاد مرحوم نے داد کے لئے صاحبِ صدر کی طرف دیکھا لیکن وہ ابھی تشریف نہ لائے تھے۔ کرسی صدارت خالی پڑی تھی۔ دوسرا شعر اس سے بھی زوردار تھا۔ ؎

صد حیف کہ مجنوں کا قدم اٹھ نہیں سکتا ۔۔۔ اور دار پہ ہے حضرت منصور کی گردن

دوسرا مصرع تمام نہ ہوا تھا کہ داد کا طوفان پھٹ پڑا۔ مشاعرے کی چھت اڑنا سنا ضرور تھا دیکھنے کا اتفاق آج ہوا۔ اب تک شعراء ایک شعر میں ایک مضمون باندھتے رہے ہیں وہ بھی بہ مشکل۔ اس شعر میں استاد مرحوم نے ہر مصرعے میں ایک مکمل مضمون باندھا ہے اور خوب باندھا ہے۔ لوگ اسٹیج کی طرف دوڑے۔ غالباً استاد مرحوم کی پابوسی کے لئے لیکن رضا کاروں نے انہیں باز رکھا۔ سٹیج پر بیٹھے استادوں نے جو یہ رنگ دیکھا تو اپنی غزلیں پھاڑ دیں اور اٹھ گئے۔ جان گئے تھے کہ اب ہمارا رنگ کیا جمے گا۔ ادھر لوگوں کے اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ تیسرے شعر پر ہی فرمائش ہونے لگی مقطع پڑھیے مقطع پڑھیے...... چوتھے شعر پر مجمع بے قابو ہو رہا تھا کہ صدرِ جلسہ کی سواری آ گئی اور منتظمین نے بہت بہت شکریہ ادا کر کے استاد مرحوم کو بغلی دروازے کے باہر چھوڑ کر اجازت چاہی۔

اس دن کے بعد سے مشاعرے والے استاد مرحوم کا ایسا ادب کرنے لگے کہ اگر استاد اپنی کریم النفسی سے مجبور ہو کر پیغام بھجوا دیتے کہ مَیں شریک ہونے کے لیے آ رہا ہوں تو وہ خود معذرت کرنے کے لیے دوڑے آتے کہ آپ کی صحت اور مصروفیات اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ استاد تو استاد ہیں ہم جیسے ان کے ناچیز شاگردوں کو بھی رقعہ آ جاتا کہ معمولی مشاعرہ ہے۔ آپ کے لائق نہیں۔ زحمت نہ فرمائیں۔

☆ استاد کو موسیقی سے شغف تھا اور گلے میں نور بھی تھا۔ لیکن محلے والے اچھے نہیں تھے۔ استاد کی خواہش تھی کہ شہر سے باہر تنہا کوئی مکان ہو تو دل جمعی سے تکمیلِ شوق کریں۔ ویسے کبھی کبھی محفل میں ہارمونیم لے کر بیٹھ جاتے تھے کہ یہی ان کا محبوب ساز تھا اور سہگل مرحوم کی مشہور غزل ”نکتہ چیں ہے غمِ دل اس کو سنائے نہ بنے“ سنانی شروع کر دیتے۔ ایسے موقع پر نکتہ شناس لوگ آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کر کے ایک ایک کر کے اٹھ جاتے کیوں کہ اس فن کے ریاض کے لیے تنہائی ضروری ہے۔

☆ حواس پر ایسا قابو تھا کہ جس محفل میں چاہتے بیٹھے بیٹھے سو جاتے اور خراٹے لینے لگتے۔ پھر آپ ہی آپ اٹھ بھی بیٹھتے۔ کھانے کا شوق ہمیشہ سے تھا۔ خصوصاً دعوتوں میں۔ فرماتے کھانے میں دو خوبیاں ہونی چاہئیں۔ اچھا ہو اور بہت ہو۔ کھانے کے آداب کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ سب سے پہلے شروع کرو اور سب سے آخر میں ختم کرو۔ جس ضیافت میں استاد مرحوم ہوتے، لوگ کھاتے کم اور ان کی طرف رشک سے دیکھتے زیادہ تھے۔ لیکن یہ جوانی کی باتیں ہیں۔ آخری عمر میں پرہیزی کھانا کھانے لگے۔ میزبان کے ہاں پہلے سے کہلوا دیتے کہ یخنی وغیرہ کا انتظام کر لینا اور میٹھے میں سوائے حلوے کے اور کچھ نہ ہو۔ چوزے کے متعلق فرماتے کہ زود ہضم ہے۔ خون صالح پیدا کرتا ہے۔ دال سے احتراز فرماتے کہ نفخ پیدا کرتی ہے۔

☆ استاد مرحوم کے اوصافِ حمیدہ کا حال لکھنے کے لیے ایک دفتر چاہئے۔ اس مضمون میں اس کی گنجائش نہیں۔ مختصر یہ کہ دریا دل آدمی تھے۔ کوئی شخص کوئی چیز پیش کرتا تو کبھی انکار نہ کرتے۔ دوسری طرف اس بات کا خیال رکھتے کہ کسی کے جذبات کو ٹھیس نہ لگے۔ کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو نہ صرف یہ کہ خود کچھ نہ دیتے بلکہ دوسروں کو بھی منع کر دیتے تھے کہ یہ بھی تمہاری طرح انسان ہے۔ اس کی خودداری مجروح ہو گی۔ اس شخص کو پند و نصائح سے مطمئن کر کے بھیج دیتے۔ ❁❁❁

اک صدی کا سفر بے ارادہ نہ تھا، پاس اپنے دعا، کچھ زیادہ نہ تھا
شامِ غم کے چراغوں کے لَو کی قسم، یہ یقیں تھا کہ تا بہ سحر جائیں گے
دستِ مسرور معجز نما ہوئے گا، پھر تو ہم ہوں گے، نامِ خدا ہوئے گا
اپنا ہر اک عدو بے صدا ہوئے گا، خواب آنکھوں میں اِس کی بکھر جائیں گے
(ڈاکٹر فضل الرحمن بشیر۔ تنزانیہ)

ڈاکٹر سعید اختر درانی برمنگھم (برطانیہ)

”سلام کا نام یقیناً لوحِ زندگی پہ ثبت ہو چکا“

”یہ جلیل القدر انسان میرے نزدیک آئن سٹائن، پال ڈائراک اور ہائزن برگ کے پایہ کا عبقری سائنسدان تھا“

نواز شریف نے سلام کو کہا! ”سر آپ کی وجہ سے پاکستان اور ہمیں عزت نصیب ہوئی ہے۔ ہمیں کوئی حکم دیں فوری تعمیل ہوگی“

بینظیر بھٹو نے کہا ”ہمیں سلام کے پایہ کے لوگوں سے راہنمائی کی اشد ضرورت ہے“

ڈاکٹر عبدالسلام کے متعلق میری سب سے پہلی یادداشت ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ کی ہے جب موسم گرما میں ہم نے اچانک یہ خبر سنی کہ جھنگ کے ایک غیر معروف اسکول کے طالب علم نے میٹرک کے امتحان میں یونیورسٹی آف پنجاب کے تمام گزشتہ ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہم دونوں کے درمیان ایک مشترک تعلق نکل آیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ میرے ایک بڑے تایا جن کا نام حکیم محمد حسین تھا اور جو گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج جھنگ کے پرنسپل تھے انہوں نے سلام کی ایجوکیشن میں بہت ذاتی دلچسپی لی تھی۔ حکیم صاحب بذات خود ایک مانے ہوئے سکالر تھے۔ انہوں نے انڈین ایجوکیشن سروس کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی تھی ان کی علمی دلچسپیوں کا حلقہ بہت وسیع تھا، یعنی تعلیم، ادب، فلاسفی اور مذہب۔

حکیم صاحب جب عمر رسیدہ ہوگئے تو بتلایا کرتے تھے کہ ایک صبح گاؤں کے سکول کا کوئی ٹیچر یا سکول کا کوئی ملازم اپنے بیٹے کو سکول میں داخلہ دلوانے آیا (میرے خیال میں سلام اس وقت بارہ سال کا تھا)۔ اور درخواست کی کہ اُس کے اِس بچے کی خاص نگہداشت کی جائے کیونکہ وہ عبقری بچہ ہے حکیم صاحب چونکے کہ اس ریمارک کی وجہ کیا ہوسکتی ہے۔ پنجاب کا یہ دیہاتی علاقہ اور اس میں عبقری بچہ؟ حکیم صاحب بتلایا کرتے تھے کہ جب انہوں نے اس بچہ کو قریب سے دیکھا اور اس کی پرفارمنس دیکھی تو ان کو جلد ہی احساس ہوگیا کہ فی الواقعہ ان کے ہاتھوں میں ایک غیر معمولی پراڈکٹ آ گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے سلام کو اپنی پوری توجہ دی اور اُس کی کوچنگ احسن رنگ میں کی تا وہ اپنی پوٹینشل کو صحیح طور پر پا سکے۔

یہ چیز ثمر آور ثابت ہوئی اور سلام کے والد اور حکیم صاحب کا اس نوجوان کے بارہ میں یقین صحیح ثابت ہوا جب سلام نے میٹرک کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کر کے گزشتہ ریکارڈ توڑ دئے۔ دوسال بعد ہم نے سنا کہ اس کے بعد جھنگ کالج سے انٹرمیڈیٹ امتحان بھی اس نے اعلیٰ نمبروں سے پاس کر کے ریکارڈ توڑا۔ اور پھر ۱۹۴۲ء میں اسے گورنمنٹ کالج میں داخلہ مل گیا جو اس وقت پورے ہندوستان میں سب سے افضل تعلیمی ادارہ تھا۔ اس کے بعد ہم سلام کو ترقی کے زینہ پر اوپر کی طرف چڑھتے دیکھتے رہے جب وہ ہر دو سال بعد یونیورسٹی کے ریکارڈ توڑتا رہا۔ (یعنی میٹرک کے بعد انٹرمیڈیٹ کا امتحان۔ پھر بی اے اور پھر ایم اے) اس دور کے تمام طلباء کو سلام کا تعلیمی کیریئر انسپائر کرتا رہا۔ اور وہ ہم سب کیلئے رول ماڈل بن گیا۔

افسانوی شخصیت

گورنمنٹ کالج لاہور میں راقم الحروف نے پہلی بار جب عبدالسلام کو دیکھا تو وہ اس وقت افسانوی شخصیت بن چکا تھا۔ پتلا، خوبصورت، کافی لمبے قد کا نوجوان جس کے چہرہ پر برش قسم کی مونچھیں تھیں۔ اور جو اپنے کلاس روم یا ہوسٹل کے کمرہ سے باہر شاذونادر ہی نظر آتا تھا اس وقت میں بھی نیو ہاسٹل کا مکین تھا جہاں عبدالسلام بورڈر کے طور پر مکین تھا۔ یہاں عبدالسلام کے محنتی ہونے کے بارہ میں قسم ہا قسم کی کہانیاں سننے میں آتی تھیں۔ مثلاً لوگ کہتے تھے کہ ہر صبح جب وہ اپنے کمرہ سے باہر آتا تھا تو کمرہ کے باہر کاغذوں کا انبار لگا ہوتا تھا جن پر ریاضی کے فارمولے اور سوالات حل کئے ہوتے تھے۔

میرے گورنمنٹ کالج آنے کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ یہاں سے شہرت کی ہواؤں کے دوش پر سوار ہو کر کیمبرج روانہ ہوگیا۔ پھر ۱۹۵۱ء کے لگ بھگ عبدالسلام لیکچرار بن کر کالج واپس آیا وہ اس وقت یونیورسٹی میں کوانٹم میکینیکس کے موضوع پر ایک کورس پڑھا رہا تھا اور کالج کے پرنسپل قاضی محمد اسلم کے گھر پر رہائش پذیر تھا۔ میری ملاقات بعض دفعہ سلام سے کالج کے سومنگ پول پر ہوتی تھی اس وقت میں فزکس میں ایم ایس سی کر رہا تھا اور اس کے لیکچر سنا کرتا تھا۔ سلام اس زمانہ میں سادہ اور بے تکلف قسم کا انسان تھا جو طالب علموں سے دوستانہ رنگ میں پیش آتا تھا۔

اس دور کا اہم ترین واقعہ پاکستان ایسوسی ایشن فار دی ایڈوانس منٹ آف سائنس لاہور کی طرف سے انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد تھا جس میں مشہور سائنس دانوں کے علاوہ متعدد نوبل انعام یافتگان نے بھی شرکت کی۔ جیسے سر جی پی تھامپسن G. P. Thompson۔ پروفیسر اے وی ہل A. V. Hill۔ اس کانفرنس کے دوران ہمیں اس بات کا احساس ہوا کہ عبدالسلام دنیا کے ان چوٹی کے سکالرز کی نظر میں کس وقعت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ امر سائنس کے طالب علموں کیلئے بہت روح پرور اور اپ لفٹنگ تھا۔ کانفرنس کے اختتام پر مندوبین کو ریل گاڑی کے ذریعہ پشاور اور تاریخی خیبر پاس کی سیر کرائی گئی۔ ٹرین کے اس سفر کے دوران مجھے ڈاکٹر عبدالسلام کے ساتھ گونا گوں موضوعات پر تبادلہ خیال کا نادر موقعہ میسر ہوا تھا۔

طلباء سے حسن سلوک

اس کے بعد عبدالسلام سے میری ملاقات ۱۹۵۳ء میں کیمبرج یونیورسٹی میں ہوئی۔ جہاں میں کیونڈش لیبارٹری میں ڈاکٹریٹ کرنے اوپن ریسرچ سٹوڈنٹ شپ کی بناء پر گیا تھا۔ ۱۹۵۴ء میں سلام کیمبرج میں فیلو کے طور پر اور سینٹ جانز کالج میں لیکچرار بن کر آیا۔ اب کی بار میں نے ریاضی کے ڈیپارٹمنٹ میں دوبارہ اس کے (اور پال ڈائیراک کے

لیکچروں میں شرکت کی۔ میں ان دونوں اساتذہ کے لیکچروں سے اس وجہ سے بہت متاثر ہوا کہ ان کو اپنے دقیق موضوع یعنی تھیوری آف کوانٹم میکینکس پر زبردست عبور حاصل تھا۔ وہ پاکستانی اور انڈین طلباء کیلئے ہمیشہ رسائی کے قابل ہوتا تھا بلکہ مجھے کئی بار اس کی خوشنما رہائش گاہ پر جا کر مشورہ کرنے یا محض بات چیت کرنے کا بھی موقعہ ملا۔

ایک اور جگہ جہاں میں ڈاکٹر عبدالسلام سے متواتر ملتا رہا وہ جیسز کالج Jesus College کا Prioress Room تھا جہاں (ریسرچ کرنے والے) طالب علموں کیلئے ہائی انرجی فزکس میں تازہ بہ تازہ تھیوریز پر بحث کرنے کیلئے ہمارا سپروائزر سر ڈینس ول کنسن Sir Dennis Wilkinson اجلاس منعقد کیا کرتا تھا۔ ان بحث و مباحث کے اجلاسوں میں اکثر شرکت کرنیوالے مدعوئین ڈاکٹر سلام اور پروفیسر برائن (بعد میں لارڈ) ہوا کرتے تھے۔ یہ اجلاس اس بات پر منتج ہوئے کہ ۱۹۵۸ء میں عبدالسلام میرے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کیلئے ایکسٹرنل ایگزیمینر مقرر ہوا۔ باوجود اس کے کہ میں ایکسپیریمنٹل فزیسسٹ تھا۔

پروفیسر ول کنسن نے بعدہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایکسپیریمنٹل نیوکلیر فزکس کی چیئر قبول کر لی۔ چنانچہ اس کے کیمبرج کے تمام شاگرد بھی اس کے تعاقب میں آکسفورڈ پہنچ گئے اس عرصہ میں سلام نہ صرف رائیل سوسائٹی کا نوجوان ترین فیلو (۳۱ سال کی عمر میں) منتخب ہوا بلکہ اس کی تعیناتی امپیریل کالج لندن میں بطور پروفیسر آف تھیوریٹیکل فزکس کے بھی ہو گئی۔

میرے ایکسٹرنل ایگزیمنر کے طور پر سلام میرے ساتھ بہت الفت اور رواداری سے پیش آیا۔ اور میری تھیوریٹیکل فارمولیشن کے لئے فطری استعداد کو ہائی انرجی فزکس کی فیلڈ میں بہ نظر تحسین دیکھا اور مجھے ہمت دلائی کہ میں اپنے مقالہ کے فٹ نوٹس میں فوٹان۔ بیری اون۔ می سان اور ہائپر آن جیسے اصطلاحی الفاظ کے روٹس یونانی، فارسی اور سنسکرت زبانوں سے نکال کر پیش کروں۔ (مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں اس مشورہ پر عمل درآمد نہ کر سکا)۔

صائب الرائے

جب میں نے ڈاکٹریٹ مکمل کر لی تو میں نے اپنے کیریئر میں نیا قدم اٹھانے سے قبل سلام سے مشورہ کرنے کیلئے رجوع کیا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ چونکہ پاکستان میں اس وقت سائنسی طور پر ایک ہی عملی ادارہ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن ہے اس لئے میں اس ادارے میں ملازمت حاصل کر لوں۔ اس نے مجھے ڈاکٹر آئی ایچ عثمانی سے متعارف کرنے کی پیش کش کی جو اس وقت کمیشن کا ذہین و فطین چیئرمین تھا۔ اور سلام کا قریبی دوست ہونے کے باعث وہ لندن وزٹ کے دوران ہمیشہ ہی سلام کے پٹنی میں واقع گھر میں قیام کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر عثمانی اگلی بار جب لندن آیا تو سلام نے میرا تعارف اس سے کرا دیا۔ یہ ملاقات آکسفورڈ میں ہوئی تھی۔

ڈاکٹر عثمانی نے مجھے مشورہ دیا کہ ہائپر آن پر تحقیق سے پاکستان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا لہٰذا مجھے اپنی فیلڈ تبدیل کر کے ری ایکٹر فزکس میں خود کو سپیشلائز کرنا چاہیے میں نے اس مشورہ کے مطابق اگلے تین سال یوکے اٹامک اتھارٹی کے ساتھ Winfrith Harwell کے مقامات پر ریسرچ کا کام کیا۔ اس کے اختتام پر میں نے پاکستان اٹامک انرجی کمیشن میں ملازمت اختیار کر لی اور مجھے جلد ہی لاہور اٹامک انرجی سنٹر کا ڈائریکٹر بنا دیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام اس سینٹر میں لندن سے بہ حیثیت چیف سائینٹفک ایڈوائزر صدر پاکستان اکثر آیا کرتا تھا۔

یہ ذکر اس دور کا ہے (یعنی ۱۹۶۴ء کے لگ بھگ) جب ڈاکٹر عثمانی نے بہ حیثیت گورنر انٹرنیشنل اٹامک انرجی کمیشن (وی آنا آسٹریا) اور سلام نے مل کر ایک پلان تیار کیا جو بعد میں انٹرنیشنل سینٹر فار تھیوریٹیکل فزکس کی صورت میں ٹریسٹ (اٹلی) میں منصۂ شہود پر آیا۔ اس کیلئے اصل صدر مقام لاہور تجویز ہوا تھا مگر حکومت پاکستان کی طرف سے اس ضمن میں بھاری بھر کم رقم صرف کرنے میں ہچکچاہٹ اور کوتاہ نظری کے باعث اور ساتھ ہی اطالین حکومت کی فراخدلی کی وجہ سے بالآخر ٹریسٹ میں آئی سی ٹی پی کا صدر مقام قائم ہوا۔ اور باقی کی کہانی جیسا کہ کہتے ہیں تاریخ کا حصہ بن گئی ہے۔

پھر ۱۹۶۷ء میں خود میں نے یونیورسٹی آف برمنگھم کے شعبہ فزکس میں ملازمت اختیار کر لی اور ۱۹۷۹ء میں جب ڈاکٹر سلام کو نوبل انعام دیا گیا تو میں نے اس کو مبارکباد کا خط روانہ کیا۔ جس کے جواب میں اس نے مجھے لکھا:

I am sorry your grand uncle is not alive anymore for he would have been proud of me today

مجھے افسوس ہے کہ آج تمہارے بڑے تایا جان زندہ نہیں ہیں ورنہ آج کے روز وہ مجھ پر نازاں و فرحاں ہوتے۔

اس کے بعد سلام سے میرا رابطہ ٹریسٹ میں ۱۹۹۱ء میں ہوا۔ جب میں آئی سی ٹی پی کے ریڈان ورکشاپ میں فیکلٹی لیکچرار کے طور پر شمولیت کیلئے گیا تھا۔ وہاں سلام نے مجھے لنچ پر مدعو کیا اور اس کے بعد ایک صبح ناشتہ کے بعد اپنے آفس میں گفتگو کیلئے مدعو کیا۔ اس نے میرے سامنے کمیشن آن سائنس اینڈ ٹیکنالوجی ان دی ساؤتھ COMSATS کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ کمیشن تھرڈ ورلڈ کے ممالک کے سربراہانِ حکومت پر مشتمل تھا تا سائنس اور ٹیکنالوجی میں انقلاب کے لئے اعلیٰ سطح پر مصمم ارادے کا اظہار ہو سکے اور جس کے قیام کیلئے وہ تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنس کے صدر کی حیثیت سے گزشتہ کئی سالوں سے پوری تن دہی سے مصروف عمل تھا۔

پاکستانی وزیر اعظم کے نام خط

اوپر مذکورہ ملاقات میں عبدالسلام نے COMSATS کی بنیادی میٹنگ کے پاکستان میں منعقد ہونے اور غیر ضروری التواء کے بارہ میں دل گرفتگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ اس کی شدید خواہش تھی کہ ایسی میٹنگ پاکستان میں لازماً منعقد ہو۔ اس نے مجھے بتلایا کہ وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو نے کمیشن میں شمولیت اور ایسی فاؤنڈنگ میٹنگ کے انعقاد کیلئے رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ مگر قبل اس کے کہ ایسا ہو سکتا ان کی حکومت معزول ہو گئی۔ جبکہ نواز شریف کی نئی حکومت اس بارہ میں حیل و حجت سے کام لے رہی تھی۔

میں نے اسی لمحہ اسے پیش کش کی کہ مجھ سے اس ضمن میں جو ہو سکا ضرور کروں گا کیونکہ ایک ماہ بعد میں سائنس کانفرنس میں شمولیت کے لئے پاکستان جانے والا تھا میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے ایک عریضہ دے جو صدر پاکستان کے نام ہو۔ اور اس کی کاپی وزیر اعظم کے نام ہو میں نے اسے یہ تجویز بھی دی کہ ترغیب کے طور پر وہ اس بات کا اعادہ اس عریضہ

میں کرے کہ جس ملک میں فاؤنڈنگ میٹنگ ہوگی وہیں کامسٹیس کا صدر مقام بھی مقرر کیا جائیگا۔سلام نے فوراً دونوں تجاویز کو قبول کرلیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام کے خط سے خود کو لیس کر کے سب سے پہلے میں نے جنوری ۱۹۹۲ء میں صدر پاکستان غلام اسحٰق خاں سے ملاقات کی مگر صدر محترم کو مائل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ثابت ہوا تاہم آخرکار انہوں نے اس تجویز سے اتفاق کرہی لیا اور مجھے ہدایت کی کہ وزیراعظم سے ملاقات کروں جو کہ اس معاملہ میں فیصلہ کن اتھارٹی تھا۔

وزیراعظم اس وقت بیرون ملک گئے ہوئے تھے مگر میں نے ان کو سوئٹزرلینڈ کے شہر DAVOS میں جا پکڑا جہاں یکم فروری ۱۹۹۲ء کو اکنامک سمٹ ہو رہی تھی۔ میں نے نواز شریف کو قائل کرلیا کہ کامسٹیس کی فاؤنڈنگ میٹنگ پاکستان میں ضرور منعقد ہو بلکہ ان کو عارضی تاریخ پر بھی رضامند کرلیا یعنی فروری ۱۹۹۳ء۔ وزیراعظم نے آئندہ بننے والے بجٹ میں اس مقصد کے لئے دو ملین امریکن ڈالر مختص کرنے کا حکم دے دیا۔ جس میں امید تھی کہ پچاس ممالک کے سربراہان مملکت شرکت کریں گے۔

نواز شریف سے ملاقات

میں نے سلام کو فوراً آکسفورڈ فون کیا اور اسے خوش خبری سنائی۔ وہ اس نوید سے بہت مسرور ہوا اور مجھے کہا کہ میں نواز شریف کا تہہ دل سے شکریہ ادا کروں اور اسے فرصت ملنے پر آئی سی ٹی پی وزٹ کرنے کی دعوت بھی دوں۔

جون ۱۹۹۲ء میں جب وزیراعظم پاکستان ریوڈی جنیرو (برازیل) میں ارتھ سمٹ میں شمولیت کے بعد براستہ لندن پاکستان واپس جارہا تھا تو میں ڈاکٹر سلام کو آکسفورڈ سے کار پر ڈرائیو کر کے ڈورچسٹر ہوٹل میں مسٹر نواز شریف سے ملاقات کیلئے لایا۔

نواز شریف نے سلام کو مخاطب ہو کر کہا:۔

سر آپ کی وجہ سے پاکستان کو اتنی عزت ملی ہے اور اس وجہ سے ہمیں بھی عزت نصیب ہوئی ہے ہمیں کوئی حکم دیں اس کی تعمیل فوری طور پر ہوگی اور اگر آپ کی صحت یابی کے لئے ہم کچھ کرسکتے ہیں جس سے عارضہ میں کمی واقع ہوسکے تو ازراہ کرم مجھے ذاتی طور پر اس سے مطلع کریں میں اس کی تعمیل میں ذرا بھی گریز نہ کروں گا۔

یہ سارا سین بہت رقت آمیز تھا اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ پاکستان کے ارباب اختیار سلام کا دل میں کتنا احترام رکھتے ہیں کامسٹیس کے انعقاد کی قطعی تاریخ کا فیصلہ TWAS کی کویت میں ۱۹۹۲ء میں ہونے والی کانفرنس تک کیلئے ملتوی کردیا گیا لیکن ایک بار پھر پاکستان کی (اس بار شریف کی) حکومت معزول ہوگئی قبل اس کے کہ تاسیسی اجلاس منعقد ہوتا۔

چنانچہ اب ہمیں تمام تگ ودو دوبارہ شروع کرنا پڑی بینظیر بھٹو ایک بار پھر برسر اقتدار آگئی میں نے تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائینسز TWAS کی دسویں سالگرہ کے موقعہ پر سلام سے ایک نیا خط وزیراعظم بینظیر کے نام لکھوایا میری ملاقات بےنظیر سے دسمبر ۱۹۹۳ء میں ہوئی اور اس نے اس سے پہلے کئے ہوئے وعدے کو ایفاء کرنے کا عہد کیا اس نے مجھے کہا کہ ہمیں پروفیسر سلام کے پایہ کے لوگوں سے رہنمائی کی اشد ضرورت ہے اور یہ جاننے پر کہ سلام کی صحت اب کس قدر ناساز ہے اس نے صحت یابی کا ذاتی پیغام بھجوانے کے ساتھ پھولوں کا گلدستہ لندن ہسپتال بھجوانے کا فوری حکم صادر کردیا۔

کامسٹیس کی فاؤنڈنگ میٹنگ اسلام آباد میں ۴ اور ۵ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو پوری شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوئی۔ اور اسلام آباد میں کمیشن کا مستقل صدر مقام قائم ہوگیا مگر وائے افسوس کہ اس پلان کا خالق شدید علالت کے باعث اس جگہ میٹنگ میں شرکت کرنے سے قاصر رہا۔ جہاں اس کی long cherished خواب آخرکار سچی ثابت ہو رہی تھی میں نے اس امر کے وقوع ہونے کا امکان مستقبل کے پردہ پر دیکھ لیا تھا۔ اور دونوں اداروں یعنی آئی سی ٹی پی اور ٹی ڈبلیو اے ایس کو تجویز کیا کہ سلام کا ایک پورٹریٹ پینٹ کروا کے کامسٹیس کی میٹنگ میں آراستہ کیا جائے۔

میں نے مشہور زمانہ پاکستانی مصور مسٹر گل جی سے درخواست کی کہ وہ سلام کا ایک پورٹریٹ بنائیں (یہ مصور اس سے پہلے ڈی گال، جارج بش، شاہ آف ایران، علامہ اقبال اور راجیو گاندھی کے پورٹریٹ بنا چکے تھے) مگر سلام اس قدر علیل تھا کہ پورٹریٹ کیلئے صحیح انداز میں بیٹھنے سے محروم تھا۔ لہٰذا مسٹر گل جی نے خاکے بنائے جو میٹنگ میں زیبائش کیلئے رکھے گئے۔ یوں اگر سلام وہاں میٹنگ میں خود حاضر نہیں ہوسکتا تھا تو کم از کم اس پورٹریٹ سکیچز نے اس موقعہ کو خوشگوار اور پرلطف بنا دیا۔

۱۹۹۵ء کے شروع میں ان سات خاکوں میں سے جو گل جی نے بنائے تھے ایک خاکہ میں اسلام آباد سے ٹریسٹ لے کر گیا اور اب یہ آئی سی ٹی پی کے گیلی لیو گیلی لائی گیسٹ ہاؤس میں نمائش کے لئے دیوار پر آراستہ ہے۔

ستمبر ۱۹۹۴ء میں پورٹریٹ میکنگ والی ملاقات کے بعد میری سلام سے ملاقات نومبر ۱۹۹۶ء یعنی اس کی رحلت تک بہت کم ہوئی۔ اگرچہ میری اس سے بات چیت فون پر ایک یا دو دفعہ ہوئی۔ فون پر میں اس کی طرف سے پنجابی زبان میں صرف سرگوشی ہی سن سکا اس کی بیگم لوئیس کی فرمائش پر میں نے اردو شاعر غالب کی بعض غزلیں انگلش میں ترجمہ کیں جن کے ٹیپ کیسٹ سلام کو بہت دلعزیز تھے۔ ان کو سن کر اسے بہت ذہنی سکون حاصل ہوتا تھا۔ پھر میں نے شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کی اردو اور فارسی شاعری کے ٹیپ کیسٹ بھی پروفیسر سلام کو ارسال کئے جو اقبال اکیڈمی (برطانیہ) نے ۱۹۹۲ء میں تیار کئے تھے اور جس کا میں چیئرمین ہوں۔

تو یہ چند ایک میری دل افروز یادیں ہیں اس جلیل القدر انسان کے متعلق جو میرے نزدیک آئن سٹائن۔ پال ڈائیراک۔ ہائزن برگ کے پایہ کا عبقری سائنسدان تھا۔ ہم میں سے بہتوں کے خیال میں سلام دوسرے نوبل انعام کا بھی مستحق تھا مگر اس بار انعام اسے تھرڈ ورلڈ میں سائنس کے فروغ کے لئے اس کی لائف لانگ سروس کی بناء پر ملنا چاہئے تھا۔

آئی سی ٹی پی اور ٹی ڈبلیو اے ایس دو ایسے ادارے ہیں جو اس کے زرخیز دماغ کی پیداوار تھے اور جو اس کی شب وروز کی کاوشوں سے سائنس اور تھرڈ ورلڈ کے لئے اس کی پرشوکت خدمات کی بناء پر اس کے پیارے نام کو زندہ جاوید رکھیں گے۔ سلام کا نام یقیناً لوح زندگی پر ثبت ہوچکا ہے۔

(کتاب ''مسلمانوں کا نیوٹن'' از محمد زکریا ورک سے ماخوذ)